

36 سبق آموز و نصیحت افروز
واقعات و حکایات



پیشکش مجلس "ماہنامہ فیضانِ مدینہ"

7 زبانوں میں شائع ہونے والے "دعوتِ اسلامی" کے آفیشل میگزین "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کے اصلاحی و علمی مضامین میں حسبِ موقع ذکر ہونے والی حکایات اور ان سے حاصل ہونے والے اسباق کا خوبصورت مجموعہ

36

سبق آموز اور نصیحت افروز

واقعات و حکایات

مرتب: مولانا بلال حسین عطاری مدنی

پیشکش: مجلس ماہنامہ فیضان مدینہ (دعوتِ اسلامی)

کتاب پڑھنے کی دُعا

دینی کتاب یا اسلامی سبق پڑھنے سے پہلے ذیل میں دی ہوئی دُعا پڑھ لیجئے اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ جو کچھ پڑھیں گے یاد رہے گا۔ دُعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا حِکْمَتَكَ وَانْشُرْ عَلَیْنَا رَحْمَتَكَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

(مُستَطرَف، ج۱، ص۴۰، دار لفکر بیروت)

(اوّل آخر ایک بار دُرُود شریف پڑھ لیجئے)

نام کتاب : سبق آموز اور نصیحت افروز واقعات وحکایات

مرتب : مولانا بلال حسین عطاری مدنی

صفحات : 41

اشاعت اوّل : اپریل 2025ء (ویب ایڈیشن)

پیشکش : مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ (دعوتِ اسلامی)

www.dawateislami.net/magazine/ur

فہرست

حکایت نمبر1:(اصلاح کی بات فوراً مان لینی چاہئے) 4

حکایت2:(اپناوقت اور صلاحیت تعمیری کاموں میں صرف کیجئے!/اپنی مصروفیات کا جائزہ لیجئے!) 4

حکایت نمبر3:(مصیبتوں کا تحمل کے ساتھ سامنا کیجئے!/don't be panic) 5

حکایت نمبر4:(اپنے مزاج میں Flexibility پیدا کیجئے) 6

حکایت نمبر5:(اپنے نصیب پر راضی رہیں!) 6

حکایت نمبر6:(جو میسر ہے اس پر شکر ادا کیجئے) 7

حکایت نمبر7:(جو میسر ہے اس پر شکر ادا کیجئے) 8

حکایت نمبر8:(پریشانی کو سر پہ سوار مت ہونے دیں) 8

حکایت نمبر9:(ذہنی سکون) 9

حکایت نمبر10:(جان لیوا شرطیں) 11

حکایت نمبر11:(دوسروں کا احساس کیجئے!) 12

حکایت نمبر12:(کسی کی دنیا کے لئے اپنی آخرت برباد نہ کریں!) 14

حکایت نمبر13:(انداز گفتگو پہ غور کیجئے!) 14

www.dawateislami.net

حکایت نمبر14:(پردہ پوشی کیجئے!)	15
حکایت نمبر15:(غیر قانونی ہجرت/ڈنکی!)	16
حکایت نمبر16:(دھوکا دینا)	17
حکایت نمبر17:(نشہ)	18
حکایت نمبر18:(لوگوں کے بارے میں برے گمان نہ رکھیں!)	19
حکایت نمبر19:(کسی کو منحوس نہ جانیں!)	20
حکایت نمبر20:(کنفیوژن)	22
حکایت نمبر21:(کسی کو حقیر مت سمجھیں!)	23
حکایت نمبر22:(ٹال مٹول)	24
حکایت نمبر23:غلط فہمی(Misconception)	25
حکایت نمبر24:دوہرا معیار(Double standard)	27
حکایت نمبر25:امید(Hope)	28
حکایت نمبر26:(خوش رہنے کی عادت بنائیں!)	29
حکایت نمبر27:(لوگ کسی حال میں خوش نہیں)	29
حکایت نمبر28:(خواہشات)	30
حکایت نمبر29:(دور اندیشی)	32

www.dawateislami.net

حکایت نمبر30:(نعمتوں کے چھن جانے سے پہلے ان کی قدر کیجئے!) 33
حکایت نمبر:31(یکسوئی / فوکس) 35
حکایت نمبر:32(خوشی فہمیاں مت پالئے) 36
حکایت نمبر:33(غلطی کا ازالہ کریں) 38
حکایت نمبر:34(بے تکلفی) 39
حکایت نمبر:35(Positivity) 39
حکایت نمبر:36(احسان کا بدلہ احسان) 40

www.dawateislami.net

حکایت نمبر 1: (اصلاح کی بات فوراً مان لینی چاہئے)

ایک شخص آرے سے درخت کا "تنا" کاٹ رہا تھا مگر اس کی دَھار تیز نہیں تھی، ایک تجربہ کار لکڑہارا اس کے قریب سے گزرا تو اُسے سمجھایا کہ تیز دَھار والا آرا استعمال کرو ورنہ اس تنے کو کاٹنے میں بہت وقت لگے گا، اس شخص نے سُنی اَن سُنی کر دی، جب بہت وقت گزر گیا اور رات سر پر آگئی تو اسے اِحساس ہوا کہ وہ لکڑہارا دُرُست کہہ رہا تھا، اب اس نے پہلے اپنے آرے کی دَھار تیز کی پھر تنا کاٹا تو جلدی اپنے کام سے فارِغ ہو گیا۔ اگر وہ اسی وقت لکڑہارے کی بات مان لیتا تو وقت ضائع نہ ہوتا۔

سبق: غور کیجئے! کہیں ہمارا مِزاج بھی ایسا تو نہیں کہ اِصلاح کی بات فوراً نہ مانتے ہوں مگر بعد میں سمجھ آجاتی ہو، جب اِصلاح کرنی ہی ہے تو اسی وقت کیوں نہ کر لی جائے۔

حکایت 2: (اپنا وقت اور صلاحیت تعمیری کاموں میں صرف کیجئے! / اپنی مصروفیات کا جائزہ لیجئے!)

خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں ایک شخص پیش ہوا اور اپنے کمالات دکھانے کی اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر اس نے زمین میں ایک سوئی کھڑی کی اور خود کچھ فاصلے پر جا کر ایک اور سوئی نشانہ لے کر پھینکی، وہ سوئی پہلی سوئی کے ناکے (Hole) میں پہنچ گئی۔ یہ دیکھ کر حاضرین نے خوب داد دی مگر ہارون رشید نے حکم دیا کہ اسے ایک دینار انعام میں دیا جائے اور دس کوڑے مارے جائیں۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا: ایک

دینار اس کی محنت اور نشانے میں مہارت کا انعام ہے لیکن اس نے اپنا وقت ایسے کام میں صَرف (خرچ،Spent) کیا جس کا دوسروں کو کوئی فائدہ نہیں لہٰذا میں نے اس کو دس کوڑے مارنے کی سزا دی۔

سبق: جس مصروفیت کو ہم بہت اہم سمجھ رہے ہوتے ہیں وہ حقیقتاً اہم نہیں ہوتی بلکہ کم اہم یا بے کار ہوتی ہے، اس حکایت میں اپنا وقت ون ویلنگ، پتنگ بازی، کھیل تماشوں، مختلف کرتب اور فضول کام سیکھنے میں خرچ کرنے والوں کے لئے خاص طور پر سبق ہے کہ "کرنے کے کام کرو ورنہ، نا کرنے کے کاموں میں پڑ جاؤ گے۔"

حکایت نمبر 3: (مصیبتوں کا تحمل کے ساتھ سامنا کیجئے!/ don't be panic)

"جنگل میں ایک خرگوش شدید گھبرایا ہوا دوسرے جانوروں کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: بھاگ چلو! آسمان گر گیا ہے، دوسرے جانوروں نے حیرانی سے آسمان کی طرف دیکھا تو وہ اپنی جگہ پر تھا، اب خرگوش سے معلومات کی گئیں تو پتا چلا کہ بیری کے درخت سے ایک بیر خرگوش کے سر پر گرا تھا جس سے وہ اتنا گھبرایا کہ آسمان گرنے کا دعویٰ کر دیا۔"

سبق: میرے اسلامی بھائیو! ہمیں اپنے اَعصاب پر قابو رکھنے کی مشق کرنا ہوگی کہ کیسی ہی بڑی آزمائش آجائے اس کا سامنا تَحَمُّل مزاجی سے کیجئے ورنہ تھوڑی سی مُصیبت آپ کے لئے بڑی پریشانی کا سبب ہوگی۔ ہمارا مزاج اس خرگوش کی طرح نہیں

ہونا چاہئے جو چھوٹی مصیبت کو بہت بڑی مصیبت سمجھنے لگے۔

حکایت نمبر 4:(اپنے مزاج میں Flexibility پیدا کیجئے)

ایک سیٹھ اپنی ذاتی کار میں سفر پر تھا کہ ایک دم اُس نے دیکھا کہ ایک ٹرک اُن کی گاڑی کے بالکل سامنے آچکا تھا، قریب تھا کہ ٹکر ہو جاتی مگر سیٹھ نے اپنے ڈرائیور کو گاڑی کچے پر اُتارنے کا حکم دیا جس پر ڈرائیور نے فوراً عمل کیا، لمحے بھر کی تاخیر اُنہیں موت کے منہ میں پہنچا دیتی، جب سیٹھ نے ڈرائیور سے وضاحت مانگی تو وہ نادان کہنے لگا کہ ہم صحیح سائیڈ پر تھے، قُصور اُس ٹرک والے کا تھا، اِس لئے اُصولی طور پر میں نے پہلے گاڑی کچے میں نہیں اُتاری تھی، اب جہاندیدہ سیٹھ نے اُسے سمجھایا کہ اگر میں لچک نہ دکھاتا تو تم اپنا اُصول بیان کرنے کے لئے زندہ نہ ہوتے۔

سبق: اپنے رویّے میں لچک رکھیں تاکہ ضرورت پڑنے پر پریشانی نہ ہو۔

حکایت نمبر 5:(اپنے نصیب پر راضی رہیں!)

خوش نصیب وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش ہے ایک بُزرگ جو مستجابُ الدعوات تھے (یعنی ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں) ان کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اپنی تنگ دستی کا رونا روتے ہوئے کہنے لگا: حضرت! میرے گھر میں چار آدمی کھانے والے ہیں اور میری آمدنی صِرف پانچ ہزار روپے ماہانہ ہے جس سے میرے اَخراجات پورے نہیں ہوتے، آپ میرے حق میں دعا کیجئے کہ میری آمدنی میں کچھ اضافہ ہو جائے۔ انہوں نے دُعا کر دی۔ پھر ایک دکاندار آیا اور عَرض کی: حضور! میرے یہاں چار آدمی

کھانے والے ہیں جبکہ کمانے والا میں اکیلا ہوں، مجھے دس ہزار روپے مہینے کے ملتے ہیں، میرا خرچ پورا نہیں ہوتا، آمدنی میں اِضافے کی دُعا کر دیجئے۔ جب وہ چلا گیا تو ایک تاجر آیا اور اِلتجا کی: حضرت! میرا کُنبہ چار افراد پر مشتمل ہے اور میری ماہانہ آمدنی فقط پچاس ہزار ہے، خرچہ پورا نہیں ہوتا میرے لئے دعا کیجئے۔ وہ حاضِرین سے فرمانے لگے:

(سبق:) لگتا ایسا ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنی قسمت پر راضی نہیں اگرچہ اس کو دوسرے سے زیادہ ملتا ہے، اگر انسان خود کو دنیا میں خوش اور عاقبت میں سَرفراز رکھنا چاہتا ہے تو اس پر لازِم ہے کہ جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے دیا ہے اس پر قناعت کرے اور صَبر و شکر کرتا رہے کہ اس کی بَرَکت سے مالکِ کَریم عَزَّوَجَلَّ اس کو زیادہ دے گا۔

حکایت نمبر 6: (جو میسر ہے اس پر شکر ادا کیجئے)

2 دوست جن کی مالی حالت درمیانی تھی، آفس کے کسی فنکشن میں شرکت کے لئے فائیو اسٹار ہوٹل پہنچے تو وہاں پر لوگوں کو عیش کرتے دیکھ کر ایک دوست بولا: ہم ان جیسے کیوں نہیں! دوسرا دوست تھوڑا سمجھدار تھا، وہ فنکشن کے بعد اسے قریب ہی واقع معذور لوگوں کے سینٹر میں لے گیا، وہاں کسی کا ہاتھ نہیں تھا تو کسی کی ٹانگ نہیں تھی، کوئی بولنے سے معذور تھا تو کوئی سننے سے محروم اور کسی کو دکھائی نہیں دیتا تھا، وہاں اس نے اپنے دوست سے کہا: خدا کا شکر کرو کہ تم ان جیسے نہیں ہو۔

سبق: اللہ پاک کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اپنے سے نیچے والوں کو دیکھو، اوپر والوں کو نہ دیکھو پس تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ کہیں اللہ پاک کی نعمتوں کو خود سے دور نہ کر بیٹھو۔ (معجم اوسط، 2/18، حدیث: 2343)

حکایت نمبر 7:(جو میسر ہے اس پر شکر ادا کیجئے)

ایک آدمی چلتے چلتے بہت تھک گیا اور راستے میں بیٹھ کر رونے لگا کہ مجھ سے بڑھ کر کون مسکین ہو گا جس کے پاس سواری بھی نہیں۔ ایک دانا نے سن کر کہا: نادان! کیوں ناقدری کرتا ہے! ٹھیک ہے تیرے پاس سواری نہیں لیکن شکر کر اللہ پاک نے تجھے گدھا بھی تو نہیں بنایا کہ لوگ تجھ پر سواری بھی کریں اور اپنا سامان بھی لادیں۔

سبق: ہمیں چاہئے کہ ہم رشتوں، نعمتوں، مشوروں، تجربوں، علم، وقت، روزگار کی قدر کرنا سیکھیں اور شکر گزار بندوں میں شمار ہو جائیں۔

حکایت نمبر 8:(پریشانی کو سر پہ سوار مت ہونے دیں)

دو دوست جہاز کے سفر پر روانہ ہوئے تو ان کے درمیان والی سیٹ پر موٹے اور بھدے جسم کا ایک مسافر بیٹھ گیا جس کے منہ سے ناگوار بُو بھی آرہی تھی۔ ایک دوست کھڑکی کی طرف سمٹ گیا اور سارے راستے شدید ٹینشن میں رہا، جب کہ اس کے برعکس دوسرے دوست نے اپنی پسندیدہ کتاب کھولی اور اسے پڑھنے میں مصروف ہو گیا، یہ کسی طرح بھی پریشان دکھائی نہیں دیتا تھا حالانکہ وہ موٹے مسافر کی وجہ سے آدھی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ 40 منٹ بعد جب سفر ختم ہوا تو ٹینشن میں رہنے والے دوست نے دوسرے سے پوچھا کہ تم بڑے مزے سے کتاب پڑھ رہے تھے جیسے کسی لائبریری میں بیٹھے ہوئے ہو! کیا تمہیں اس مسافر کی وجہ سے پریشانی نہیں ہوئی! وہ کہنے لگا: شروع میں ہوئی تھی مگر میری عادت ہے کہ جب کوئی ٹینشن ہوتی ہے تو میں

حساب لگالیتا ہوں کہ اس کا دورانیہ (Duration) کتنا ہو سکتا ہے ؟یہی کام میں نے یہاں بھی کیا، جب میں نے دیکھا کہ یہ پریشانی صرف 40 منٹ کی ہے اس کے بعد وہ مسافر اپنی راہ لے گا اور ہم اپنی ! تو میں نے یہ چالیس منٹ گزارنے کے لئے خود کو کتاب پڑھنے میں مصروف کر لیا اور یوں ٹینشن سے قدرے بچا رہا۔

سبق: پیارے اسلامی بھائیو ! اگر ہم بھی اس انداز کو اپنالیں تو ٹینشن سے کافی حد تک نجات (Salvation) پاسکتے ہیں۔ خیال رہے پریشانیوں کی نوعیت کے مطابق ان کا دورانیہ مختلف ہو سکتا ہے۔ ”بائیک کی چابی نہیں مل رہی“، ”بائیک پنکچر ہو گئی ہے“، ”بائیک چوری ہو گئی ہے“ ان تینوں پریشانیوں کی نوعیت مختلف ہے لہٰذا ان کی ایکسپائری ڈیٹ بھی مختلف ہو گی۔ اگر ہم اپنا یہ ذہن بنالیں کہ یہ مشکل وقت بھی گزر جائے گا تو پریشانیوں کا سامنا کرنے میں زیادہ تکلیف نہیں ہو گی۔ اس کے برعکس اگر ہم پریشانی کو اپنے ذہن پر سوار کئے رکھیں گے تو سوائے ٹینشن بڑھنے کے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

حکایت نمبر 9: (ذہنی سکون)

طارِق نَہر کے کِنارے اُداس بیٹھا لہروں کو دیکھ رہا تھا کہ اس کا ایک دوست وہاں سے گزرا۔ طارق پر نظر پڑی تو اس کی خیر خیریت پوچھی، طارق نے اس کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا کہ یار سُکون کی تلاش میں ہوں، گھر میں بیوی بچّوں کے شور سے تنگ آ گیا ہوں، اب تو کان بجنے لگے ہیں، ٹھیک سے دِکھائی نہیں دیتا اور نیند بھی پوری

نہیں ہوتی، جب دل زیادہ گھبراتا ہے تو نَہر کے کنارے پہنچ جاتا ہوں۔ دوست نے مشورہ دیا کہ ساتھ والے گاؤں میں ایک بڑے حکیم صاحب ہیں ان سے ملو، شاید وہ تمہارا مسئلہ حل کر دیں۔ طارق اسی دن حکیم صاحب کے پاس پہنچ گیا اور اپنا مسئلہ بیان کیا، انہوں نے اس کی نبض چیک کی اور کہنے لگے کہ تمہارا علاج ہو جائے گا مگر میں جو کہوں، وہ کرنا ہو گا! طارق نے ہامی بھر لی تو بڑے حکیم صاحب نے کہا: گھر میں مُرغا رکھ لو اور تین دن بعد میرے پاس آنا۔ طارق نے دل میں سوچا کہ پہلے ہی بچّوں کے شور سے تنگ ہوں اوپر سے مُرغا بھی! خیر! وہ گھر جاتے ہوئے کریم بخش سے مُرغا خرید کر لے گیا۔ مُرغا دیکھ کر بچّوں کی تو عید ہو گئی، وہ اس کے ساتھ کھیلنے لگے۔ شور وغُل بڑھا تو طارق کی بے سُکونی بھی بڑھ گئی، تین دن بعد پھر حکیم صاحب کے پاس پہنچ گیا اور سارا حال کہہ سنایا، اب کی بار حکیم صاحب نے کہا: ایک کتّا بھی رکھ لو۔ طارق کے جی میں آئی کہ حکیم کو کَھری کَھری سُنا دے مگر مُروّتاً خاموش رہا اور کتّا لے جا کر گھر کے باہَر باندھ دیا، بچّوں کا شور تھمتا تو کتّا بھونکنے لگتا، وہ چپ ہوتا تو مُرغا شروع ہو جاتا۔ سخت بے سکونی کے عالَم میں تیسری بار حکیم صاحب سے ملا تو حکم ہوا: ایک گدھا بھی رکھ لو۔ مَرتا کیا نہ کرتا، اُدھار پر گدھا خریدا اور گھر لے جا کر کُھونٹے سے باندھ دیا۔ اب تو محلے والے بھی اس کے گھر پہنچ گئے کہ کچھ ہمارا بھی خیال کرو، تمہارے جانوروں اور بچّوں نے مل کر ہمارا سُکون برباد کر رکھا ہے۔ طارق نے حکیم صاحب سے فریاد کی تو فرمایا: گدھے کو فوراً بیچ دو، آدھی قیمت پر گدھے سے جان چھڑائی تو اس رات کچھ بہتر نیند آئی، دوسرے دن حکیم صاحب سے ملا تو حکم ہوا: کتّے کو بھی چلتا کرو، ایسا ہی کیا تو گھر

میں مزید خاموشی ہوگئی، اب کی بار حکیم صاحب سے ملا تو فرمایا کہ مُرغا ذَبح کرکے کھالو، طارق نے ہمّت کرکے کہا: حکیم صاحب! ٹھیک ہے میں نے آپ کی ہر بات ماننے کا وعدہ کیا تھا مگر مُرغا ہمارے گھر کی رونق بَن چکا ہے، بچّے اس کی وجہ سے خوش ہیں، جب تک وہ بانگ نہ دے لگتا ہی نہیں کہ دن نکل آیا ہے، حکیم صاحب نے اپنا حکم دہرایا تو طارق نے بُجھے دل سے اس پر بھی عمل کر ڈالا، پھر سے حکیم صاحب کے پاس پہنچا تو کہنے لگے: بیوی بچّوں سے جان چھڑاؤ اور ان کو نانا کے گھر بھیج دو پھر تمہیں مکمل سُکون مل جائے گا۔ طارق رونے کے قریب ہو گیا اور کہنے لگا کہ حکیم صاحب بس اتنا کافی ہے، میرا علاج مکمل ہوا، اب مجھے سُکون ہے۔ حکیم صاحب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگے:

(سبق:) میں تمہیں یہی سمجھانا چاہتا تھا کہ سُکون ہمارے اندر ہوتا ہے اور ہم اسے باہَر تلاش کرتے رہتے ہیں، اگر ہم اپنا ذہن بنالیں تو خلافِ مزاج باتوں کو برداشت کرنے کی عادت بھی بَن سکتی ہے ورنہ ہم بے سُکونی کا شِکار رہتے ہیں، جاؤ! اب اپنے گھر میں سُکون سے رہو۔

حکایت نمبر 10: (جان لیوا شرطیں)

کئی سال پہلے کی بات ہے کہ پنجاب کے شہر گوجرہ میں ایک نوجوان جوتوں کا کام کرتا تھا، باتوں باتوں میں اس کی اپنے دوستوں کے ساتھ 40 روپے کی شرط لگ گئی کہ

وہ ٹاٹری کھا کر سوڈا واٹر کی بوتل پیئے گا، جیسے ہی اس نے ٹاٹری[1] کھانے کے بعد بوتل پی تو ایک دم زمین پر گرا اور تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا، اسی شہر کے ایک اور نوجوان نے نمک کھا کر سوڈا واٹر کی بوتل پینے پر 40 یا 50 روپے کی شرط لگائی اور وہ بھی شرط تو جیت گیا مگر کلیجہ پھٹ جانے کی وجہ سے زندگی کی بازی ہار گیا۔

سبق: پیارے اسلامی بھائیو! جان لیوا شرطیں لگانے کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، لُڈو، کیرم، بلیرڈ، تاش وغیرہ کی ناجائز و حرام شرطوں میں تو انسان مال ہارتا ہے لیکن خطرناک شرطوں میں اپنی جان بھی ہار جاتا ہے۔

حکایت نمبر 11: (دوسروں کا احساس کیجئے!)

آج جوتوں پر پالش ٹھیک سے نہیں ہوئی تھی، یہ دیکھ کر شوہر کا موڈ خراب ہو گیا، بیوی سے کہنے لگا: اِتنا سا کام بھی ڈھنگ سے نہیں کر سکتیں، **آخر تم سارا دن کرتی کیا ہو!** پھر آفس روانہ ہو گیا۔ شام پانچ بجے جب وہ تھکا ہارا گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کے بچے گھر کے سامنے میلے کچیلے کپڑوں میں کھیل رہے ہیں، گھر میں داخل ہوا تو عجیب منظر تھا، کپڑے، کھلونے اور جوتے اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے، ناشتے کے برتن ابھی تک وہیں تھے جہاں صبح تھے، رات کے برتن سِنک (Sink) میں پڑے دُھلنے کا انتظار کر رہے تھے، فریج کے دروازے پر آلودہ ہاتھوں کے نشانات تھے، گھر کے فرش پر

---

(1) نمک کی شکل کا ایک قسم کا بہت ترش (کھٹا) ایسڈ جو پانی میں حل ہو جاتا ہے، ادویات مشروبات اور مٹھائی وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے۔

جھاڑو نہ لگنے کی وجہ سے گرد (Dust) تھی، یہ منظر دیکھ کر شوہر کو گھبراہٹ سی ہونے لگی اور وہ دل ہی دل میں دعا مانگنے لگا: ”یا اللہ خیر!“ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر ہانپتے کانپتے جب وہ بیڈ روم میں پہنچا تو دیکھا کہ اس کی بیوی بستر پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی، آہٹ پا کر کتاب رکھی اور شوہر کے استقبال کے لئے مُسکراتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی، شوہر نے فوراً پوچھا: میں تو ڈر ہی گیا تھا، آج گھر کی کیا حالت بنا رکھی ہے! سب کچھ دَرہم بَرہم ہے؟ بیوی نے نرمی سے جواب دیا: آپ ہی نے تو کہا تھا کہ آخر میں سارا دن کرتی کیا ہوں؟ تو میں نے سوچا کہ آج میں کچھ نہیں کروں گی، تاکہ آپ کو اپنے سوال کا جواب مل جائے۔

سبق: پیارے اسلامی بھائیو! ہماری راحتوں اور آسائشوں میں دوسروں کا کتنا کردار ہوتا ہے اس فرضی حکایت سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ زندگی کی گاڑی مشترکہ کاوشوں (Mutual Efforts) کے پہیوں پر چلتی ہے مگر ہمیں اس کا اِدراک نہیں ہوتا مثلاً خاکروب (Swapper)، چوکیدار، ڈرائیور، گھر میں کام کرنے والی ماسی، بیٹا بیٹی، ماں باپ، بہن بھائی، بجلی گیس کے محکموں کے لوگ ہماری زندگی کی ضروریات پوری کرتے ہیں، ہمیں سہولیات فراہم کرتے ہیں۔ بالفرض ایک ہفتے گلی میں صفائی کرنے والا نہ آئے تو صفائی کا کیا حال ہوگا! اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں۔ نعمت کی قدر اس کے جانے کے بعد ہوتی ہے، اس لئے ہمیں اپنی زندگی میں شامل لوگوں کی نہ صرف قدر کرنی چاہئے بلکہ وقتاً فوقتاً حوصلہ افزائی کرکے انہیں قدردانی کا احساس بھی دلانا چاہئے۔

حکایت نمبر 12: (کسی کی دنیا کے لئے اپنی آخرت برباد نہ کریں!)

کسی نے حضرت سیّدُنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے گھر والوں کی مَعاشی حالت کے حوالے سے گفتگو کی، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے دوسروں کی طرح ان کو بھی مالِ غنیمت سے حصّہ دیا ہے۔ اس نے عرض کی: اتنی سی رقم میں وہ کیسے گزارا کریں گے؟ کپڑے کہاں سے خریدیں گے اور مہمانوں کی میزبانی کیسے کر سکیں گے؟ تو ارشاد فرمایا: میں ان کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت تباہ نہیں کر سکتا۔ (حضرت عمر بن عبد العزیز کی 425 حکایات، ص178)

سبق: پیارے اسلامی بھائیو! دوسروں کو دنیاوی فائدے اور سہولیات پہنچانے کے لئے اپنی آخرت کا نقصان کر لینا نادانی ہے۔ نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ پاک کے نزدیک لوگوں میں بدترین دَرَجے والا وہ بندہ ہے جو دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کر دے۔ (ابن ماجہ، 4/339، حدیث:3966)

حکایت نمبر 13: (انداز گفتگو پہ غور کیجئے!)

ایک بادشاہ نے خواب دیکھا تو تعبیر بتانے والوں کو بلایا اور اپنا خواب سنایا، ایک نے کہا: اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کا بیٹا، پوتا اور پڑپوتا آپ کی نظروں کے سامنے مریں گے، بادشاہ کو یہ سُن کر بڑا غصہ آیا اور اُسے قید میں ڈلوا دیا، پھر دوسرے سے

تعبیر پوچھی تو وہ پہلے شخص کا حال دیکھ چکا تھا اس لئے دوسرے الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہنے لگا: آپ اپنے بیٹے، پوتے اور پڑپوتے کی تاج پوشی کی رَسْم اپنی آنکھوں سے مُلاحَظہ فرمائیں گے، بادشاہ اس کی بات سن کر خوش ہوا اور اسے اِنعام واِکرام سے نوازا۔

سبق: غور کیجئے کہ دوسرے کی تعبیر پہلے سے مختلف نہیں تھی صرف الفاظ کا فرق تھا کہ بیٹا فوت ہو گا تو پوتے کی اور پوتے کا انتقال ہو گا تو پڑپوتے کی تاج پوشی ہو گی۔ لیکن پہلے کو اپنے الفاظ کی وجہ سے سزا ملی اور دوسرے کو مناسب لفظوں کے اِنتخاب نے اِنعام دلوا دیا۔

حکایت نمبر 14: (پردہ پوشی کیجئے!)

ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا امامِ اعظم ابُو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ جامِع مسجِد کُوفَہ کے وُضو خانے میں تشریف لے گئے تو ایک نوجوان کو وُضو کرتے ہوئے دیکھا، اُس سے وُضو میں اِستِعْمال شُدہ پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ارشاد فرمایا: بیٹا! ماں باپ کی نافرمانی سے توبہ کرلے۔ اُس نے عرض کی: میں نے توبہ کی۔ ایک اور شخص کے وُضو کے پانی کو مُلاحَظہ فرمایا، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اُس شخص سے ارشاد فرمایا: میرے بھائی! بدکاری سے تَوبہ کرلے۔ اُس نے عرض کی: میں نے تَوبہ کی۔ ایک اور شخص کے وُضو کے پانی کو دیکھا تو اُس سے فرمایا: شَراب پینے اور گانے باجے سُننے سے توبہ کرلے۔ اُس نے عرض کی: میں نے تَوبہ کی۔ حضرتِ سیِّدُنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ پر غیبی باتوں کے اِظہار کے باعث چُونکہ لوگوں کے عُیُوب ظاہِر ہو جاتے تھے

لہٰذا آپ رحمۃُ اللہِ علیہ نے بارگاہِ خُداوَندی میں غیبی باتوں کے اِظہار کے ختم ہو جانے کی دُعا مانگی، اللہ پاک نے دُعا قبول فرمالی جس سے آپ رحمۃُ اللہِ علیہ کو وُضو کرنے والوں کے گناہ جھڑتے نظر آنا بند ہو گئے۔ (المیزان الکبریٰ، جزء:1، ص130)

سبق: پیارے اسلامی بھائیو! یہ تھا ہمارے بزرگانِ دین کا انداز کہ دوسروں کا عیب نہ دیکھنا پڑے، اس کے لیے دعا مانگی، اللہ تَعَالٰی ہمیں بھی دوسروں کے عیب ڈھونڈنے، انہیں اچھالنے سے بچائے۔ اگر بغیر کوشش کے کسی کے عیب معلوم ہو بھی جائیں تو **"پَردہ پوشی"** کرنی چاہیے، فرمانِ مصطفٰے صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: جس نے کسی مسلمان کی **"پَردہ پوشی"** کی اللہ پاک دنیا و آخرت میں اس کی **"پَردہ پوشی"** فرمائے گا۔ (مسلم، ص1110، حدیث:2699، ملتقطاً)

حکایت نمبر 15: (غیر قانونی ہجرت / ڈنکی!)

غیر قانونی ہجرت کے دوران دو سگے بھائی ایک کشتی پر سوار تھے، ایک بھائی کو کھانسی ہوئی جو رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی، ایجنٹ نے کہا: اسے خاموش کراؤ ورنہ سب لوگ سمندر میں موجود نیوی (Navy) اہلکاروں کے ہاتھوں پکڑے جائیں گے، کھانسی کو روکنا اس شخص کے اختیار میں نہ تھا، بالآخر پکڑے جانے کے ڈر سے ایک بھائی کے سامنے دوسرے بھائی کو سمندر میں پھینک دیا گیا۔

سبق: رِزق کی تنگی کے شکار لوگوں سے گزارش ہے کہ غیر قانونی طور پر بیرونِ ملک جانے کی بجائے اپنے ہی ملک میں رہتے ہوئے محنت کریں، ضرورتاً اپنے ہی

ملک کے بڑے شہروں کا رُخ کریں اور جو حلال روزی نصیب ہو اس پر گزارہ کرلیں، اِنْ شَآءَ اللہ سکھی رہیں گے۔

حکایت نمبر 16: (دھوکا دینا)

ایک شخص مہمانوں کو کھلانے کے لئے آدھا سیر گوشت خرید کر لایا اور پکانے کے لئے بیوی کو دیا، اس کی بیوی بہت چالاک اور نخرے باز تھی، وہ جو کچھ گھر میں لاتا برباد کر دیتی، اس کا شوہر بھی اس سے بہت تنگ تھا۔ بیوی نے گوشت بھُونا اور مہمانوں کے بجائے خود کھا گئی۔ شوہر نے آکر پوچھا: گوشت کہاں ہے؟ مہمانوں کو کھلانا ہے۔ بیوی نے ڈھٹائی سے جھوٹ بولا: وہ گوشت تو بلی کھا گئی، چاہیے تو اور لے آؤ۔ وہ آدمی بیوی کی یہ بات سن کر غصّے میں نوکر سے بولا: ترازو لاؤ! میں بِلّی کا وزن کروں گا۔ جب اس نے بِلّی کو تولا تو وہ آدھا سیر تھی، یہ دیکھ کر شوہر بولا: اے عورت! میں آدھا سیر گوشت لایا تھا، اس بِلّی کا وزن بھی آدھا سیر ہے، اگر یہ گوشت ہے تو بِلّی کہاں ہے؟ اور اگر یہ بِلّی ہے تو گوشت کہاں ہے؟

سبق: کھوئی ہوئی چیز وہیں سے مل جاتی ہے جہاں وہ گُمی تھی سوائے اعتبار (اعتماد) کے، کیونکہ جس شخص کا اعتبار ایک مرتبہ ختم ہو جائے دوبارہ مشکل ہی سے قائم ہوتا ہے، اعتبار ختم ہونے میں اہم کردار "**دھوکے**" کا بھی ہے۔ جب ہم کسی سے جان بوجھ کر غلط بیانی کریں گے یا گھٹیا چیز کو عمدہ بول کر اسے بے وقوف بنانے کی کوشش کریں گے تو حقیقت سامنے آنے پر وہ دوبارہ کبھی بھی ہم پر بھروسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔

حکایت نمبر 17:(نشہ)

ایک نیک شخص کو شیطان دکھائی دیا تو اس سے کہا: میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں؟ شیطان کہنے لگا: پوچھو! کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ نیک شخص نے پوچھا: انسان کو ہلاک وبرباد کرنے میں تمہارے لئے سب سے زیادہ مددگار شے کیا ہے؟ ابلیس نے کہا: نشہ ہمارا سب سے کامیاب وار ہے کیونکہ جب کوئی شخص نشے میں ہوتا ہے تو وہ ہم سے بچ نہیں سکتا ہم جو چاہتے ہیں اس سے کرواتے ہیں ہم اُس سے ایسے کھیلتے ہیں جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔(عیون الحکایات، ص400ملخصًا)

سبق: پیارے اسلامی بھائیو! نشے کے ناسور نے ہمارے مُعاشَرے کی ایک تعداد بالخصوص نوجوانوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ موجودہ دور میں جس طرح آسانی سے پیزا(Pizza) اور برگر دستیاب ہے، اسی طرح نشہ آور چیزیں (مُنَشِّیات) بھی لوگوں کی پہنچ میں ہیں۔ حضور نبیِّ پاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ہر مُسکِر و مُفتِر (یعنی نشہ آور اور عقل میں فُتور ڈالنے والی) چیز سے منع فرمایا ہے۔(ابوداؤد، 3/461، حدیث:3686)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جو چیز بھی نشہ دے (وہ) پتلی ہو جیسے شراب (یا) خشک ہو جیسے افیون، بھنگ، چرس وغیرہ، وہ حرام ہے۔

(مراٰۃ المناجیح، 5/329)

حکایت نمبر 18: (لوگوں کے بارے میں برے گمان نہ رکھیں!)

والد صاحب کی اچانک بیماری، دوا مہنگی اور جیب خالی! یہ سب کچھ ناصر کے حواس گُم کرنے کے لئے کافی تھا، اس نے اپنے سب سے قریبی دوست جمال کو فون کیا کہ میرے ابّو سخت بیمار ہیں اور میرے پاس اس وقت دوا کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ جمال نے ہمت بندھائی: میں کچھ کرتا ہوں۔ ناصر نے تھوڑی دیر بعد دوبارہ فون کیا تو موبائل بند جارہا تھا، بار بار کی کوشش کے بعد بھی رابطہ نہ ہوا تو ناصر سوچنے لگا کہ بڑا دَم بھرتا تھا دوستی کا! آج دوستی نبھانے کا وقت آیا تو جھوٹا دلاسہ دیا پھر فون ہی بند کر دیا، سب مطلبی ہوتے ہیں، کوئی کسی کے کام نہیں آتا! خیالات کا ایک سیلاب تھا جو اس کے دل و دماغ سے ٹکرا رہا تھا۔ وہ گھر سے نکلا کہ کہیں اور سے رقم کا انتظام ہو جائے، ناکام کوششیں کرنے کے بعد وہ بوجھل قدموں سے گھر کی طرف چل دیا، گھر پہنچ کر دیکھا تو والد صاحب سکون سے سو رہے ہیں، ان کے سرہانے دوائیوں کا پیکٹ رکھا ہوا ہے، حیرت و خوشی کے ملے جلے جذبات میں اس نے چھوٹے بھائی سے پوچھا: یہ دوائیاں کون لایا؟ ”آپ کے دوست جمال آئے تھے، مجھ سے دوائی کی پرچی مانگی اور تھوڑی دیر بعد یہ دوائیاں دے گئے،“ بھائی نے جواب دیا۔ ناصر کافی فاصلہ طے کر کے جمال کے گھر پہنچا کہ پتا تو چلے کہ ماجرا کیا ہے! پہلے اس کا شکریہ ادا کیا پھر کہا: میں نے بعد میں آپ کو بہت فون کئے مگر فون بند تھا! جمال نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بتایا کہ اِتّفاق سے میرے پاس بھی اس وقت اتنی رقم نہیں تھی لہٰذا میں نے وہی موبائل بیچ دیا اور آپ کے

والد صاحب کی دوائی خرید لایا۔ یہ سُن کر ناصر کی آنکھیں بھیگ گئیں کہ میرا دوست مجھ سے اتنا مخلص ہے اور افسوس! میں اس کے بارے میں کیسی کیسی بدگمانیاں کرتا رہا ہوں!

سبق: اس فرضی حکایت میں ان لوگوں کے لئے بہت بڑا سبق ہے جو بات بات پر بدگمانی (بُرے گمان، Mischief) کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بدگمانی محبت واُلفت کو بُغض وعداوت میں بدل سکتی ہے جس کی وجہ سے معاشرتی تعلّقات میں ایسا کھچاؤ (Strained) آجاتا ہے کہ بھائی کی اپنے سگے بھائی سے نہیں بنتی، میاں بیوی ایک دوسرے سے تنگ آجاتے ہیں، ساس بہو میں ٹھن جاتی ہے جس کی وجہ سے زندگی مشکل ہو جاتی ہے اور رشتے بکھر سکتے ہیں۔

حکایت نمبر 19: (کسی کو منحوس نہ جانیں!)

ایک بادشاہ اور اس کے ساتھی شکار کی غرض سے جنگل کی جانب چلے جارہے تھے۔ جونہی بادشاہ شہر کی فَصِیل (چار دیواری) کے قریب پہنچا اس کی نگاہ سامنے آتے ہوئے ایک آنکھ والے شخص پر پڑی جو راستے سے ہٹنے کے بجائے بڑی بے نیازی سے چلا آرہا تھا۔ اسے سامنے آتا ہوا دیکھ کر بادشاہ غصے سے چیخا: ”اُف! یہ تو بڑی بدشگونی ہے، کیا اس منحوس کو پتا نہیں تھا کہ جب بادشاہ کی سواری گزر رہی ہو تو راستہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔“ بادشاہ سپاہیوں کی جانب مُڑا اور غصے سے چیخا: ”اس ایک آنکھ والے شخص کو باندھ دیا جائے، ہم واپسی پر اس کی سزا تجویز کریں گے۔“ سپاہیوں نے اس شخص کو فوراً رسیوں سے باندھ دیا۔ بادشاہ کے خدشات کے برعکس اس روز شکار بڑا کامیاب رہا۔ وزیر نے جانوروں اور پرندوں کو گنتے ہوئے کہا: ”واہ! آج تو آپ کا شکار بہت خوب رہا،

کیا نگاہ تھی اور کیا نشانہ!" جب شام ڈھلے بادشاہ شہر کے قریب پہنچا تو اس شخص کو رسیوں میں جکڑا ہوا پایا۔ بادشاہ کی سواری کے پیچھے پیچھے شکار کئے ہوئے جانوروں اور پرندوں سے بھری سواری بھی چلی آرہی تھی جسے دیکھ کر بادشاہ اور اس کے ساتھی خوشی سے پھولے نہ سَمارہے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ شخص زور دار آواز میں بادشاہ سے مخاطب ہوا: کہیے بادشاہ سلامت! ہم دونوں میں سے کون منحوس ہے، میں یا آپ؟ یہ سنتے ہی سپاہی اس شخص کے سر پر تلوار تان کر کھڑے ہوگئے لیکن بادشاہ نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ وہ شخص بلاخوف پھر مخاطب ہوا: کہیے بادشاہ سلامت! ہم میں سے کون منحوس ہے "میں یا آپ؟" میں نے آپ کو دیکھا تو رسیوں میں بندھ کر چِلچِلاتی دھوپ میں دن بھر جلتا رہا جب کہ مجھے دیکھنے پر آپ کو آج خوب شکار ہاتھ آیا۔ یہ سن کر بادشاہ نادِم ہوا اور اس شخص کو فوراً آزاد کر دیا اور بہت سا مال بھی دیا۔

سبق: پیارے اسلامی بھائیو! اسلام میں کسی شخص، جگہ، چیز یا وَقْت کو منحوس جاننے کا کوئی تصوُّر نہیں یہ محض وہمی خیالات ہوتے ہیں۔

بَدشگونی کا شکار ہونے والوں کا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اِعتماد اور توکُّل کمزور ہو جاتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں بَدگمانی پیدا ہوتی ہے ☆ تقدیر پر ایمان کمزور ہونے لگتا ہے ☆ شیطانی وَسْوَسوں کا دروازہ کھلتا ہے ☆ بدفالی سے آدمی کے اندر توہُّم پرستی، بُزدلی، ڈر اور خوف، پَست ہمتی اور تنگ دلی پیدا ہو جاتی ہے الغرض بدشگونی کے کئی نقصانات ہیں لہٰذا اس سے پرہیز کیجئے!

حکایت نمبر 20: (کنفیوژن)

بحری جہاز کے کیپٹن کی سلیکشن کے لئے انٹرویو کا سلسلہ جاری تھا، سلیکشن کمیٹی کا سربراہ ہر امیدوار سے ایک سُوال ضرور پوچھتا کہ اگر کبھی بپھرے ہوئے سمندری طوفان میں جہاز چھوڑ کر نکلنا پڑے تو آپ اپنی اور عملے کی جانیں بچانے کے لئے کونسی لائف بوٹ کا انتخاب کریں گے، انجن سے چلنے والی یا چپوؤں سے چلنے والی کشتی کا؟ اس کے جواب میں امیدوار کنفیوژن (اُلجھن) کا شکار ہو جاتا پھر وہ جو جواب دیتا تو سلیکشن کمیٹی کی طرف سے اس کی وجہ پوچھی جاتی تو وہ خاموش ہو کر رہ جاتا، یہ سُوال آخری امیدوار (جو تمام امیدواروں میں سینیئر تھا، اس) سے پوچھا گیا تو اس نے بغیر کنفیوژ ہوئے بڑے اعتماد سے جواب دیا: چپوؤں والی کشتی کا۔ سلیکشن کمیٹی کے ایک ممبر نے اس کی وجہ پوچھی تو امیدوار نے جواب دیا: اس لئے کہ انجن کی طاقت محدود ہوتی ہے جبکہ انسان کے اندر ربِّ کریم نے کتنی طاقت رکھی ہے یہ خود انسان کو بھی معلوم نہیں! اس لئے انسان غیر معمولی صورتِ حال میں غیر معمولی کارکردگی دکھا سکتا ہے چنانچہ میری رائے اور تجربہ ہے کہ طوفان میں انسانی طاقت زیادہ قابلِ بھروسا ہوتی ہے، اس واضح جواب کے بعد سلیکشن کمیٹی نے اس امیدوار کو بطورِ کیپٹن سلیکٹ کر لیا۔

سبق: ہم بھی اپنی زندگی میں کئی معاملات میں کنفیوژن کا شکار ہو جاتے ہیں، اس کنفیوژن کی کیفیت میں ہمارے خیالات اُلجھ جاتے ہیں، صحیح اور غلط، حقیقی اور افسانوی کا امتیاز مشکل ہو جاتا ہے، اس خَلط مَلط کی وجہ سے انسان کسی واضح فیصلے پر نہیں پہنچ پاتا۔ ایسا کنفیوژڈ شخص اگر کوئی فیصلہ کر بھی لیتا ہے تو اپنی رائے پر قائم نہیں رہتا۔ لہٰذا ٹھوس

بنیادوں پر ہی رائے قائم کیجئے۔

حکایت نمبر 21:(کسی کو حقیر مت سمجھیں!)

بنی اِسرائیل کا ایک شخص جو بہت گناہ گار تھا ایک مرتبہ بہت بڑے عابد (یعنی عبادت گزار) کے پاس سے گزرا جس کے سر پر بادَل سایہ کیا کرتے تھے۔ گناہ گار شخص یہ سوچ کر اُس عابد کے پاس بیٹھ گیا کہ میں گناہ گار اور یہ بڑے عبادت گزار ہیں، اگر میں ان کے پاس بیٹھوں تو امید ہے کہ اللہ کریم مجھ پر بھی رحم فرمادے۔ عابد کو اُس کا بیٹھنا بہت ناگوار گزرا کہ کہاں مجھ جیسا عبادت گزار اور کہاں یہ پرلے درجے کا گناہ گار! یہ میرے ساتھ کیسے بیٹھ سکتا ہے! چنانچِہ اُس نے بڑی حَقارت سے اُس شخص کو کہا: اٹھو یہاں سے! اِس پر اللہ پاک نے اُس زمانے کے نبی علیہ السَّلام پر وحی بھیجی کہ ان دونوں سے کہو کہ اپنے عمل نئے سِرے سے شروع کریں، میں نے اس گناہ گار کو بخش دیا اور عبادت گزار کے عمل ضائع کر دیئے۔[2]

سبق: کسی کو اپنے سے گھٹیا سمجھنا بہت بری صفت ہے، اسی کو تکبر کہتے ہیں جو کہ حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ تکبُّر کرنے والوں کو قیامت کے دن ذلّت و رُسوائی کا سامنا ہو گا، فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: قیامت کے دن متکبرین کو انسانی شکلوں میں چیونٹیوں کی مانند اٹھایا جائے گا، ہر جانب سے ان پر ذلّت طاری ہو گی، انہیں جہنم کے "بُولَس" نامی قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا اور بہت بڑی آگ

(2) احیاء العلوم، 3/429 ملخصًا

انہیں اپنی لپیٹ میں لے کر ان پر غالب آجائے گی، انہیں طِینَۃُ الْخَبَال یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔

ذرا سوچئے کہ اِس تکبُّر کا کیا حاصل! محض لذّتِ نفس، وہ بھی چند لمحوں کے لئے! جبکہ اِس کے نتیجے میں اللہ ورسول کی ناراضی، مخلوق کی بیزاری، میدانِ محشر میں ذلّت ورُسوائی جیسے بڑے بڑے نقصانات کا سامنا ہے! اب فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے کہ چند لمحوں کی لذّت چاہئے یا ہمیشہ کے لئے جنّت! میدانِ محشر میں عزّت چاہئے یا ذلّت! یقیناً ہم خسارے (یعنی نقصان) میں نہیں رہنا چاہیں گے لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اپنے اندر اِس مرضِ تکبُّر کی موجودگی کا پتا چلائیں اور اِس کے عِلاج کے لئے کوشاں ہو جائیں۔

حکایت نمبر 22: (ٹال مٹول)

ایک شخص نے صابن کا کاروبار شروع کیا، کچھ ہی عرصے میں اس کی پراڈکٹ مقبول ہوگئی، گاہکوں کی ڈیمانڈ پوری کرنے کے لئے چھوٹی سی فیکٹری میں ڈبل شفٹ میں کام ہونے لگا۔ ایک خیر خواہ کاروباری نے مشورہ دیا کہ اس پراڈکٹ کو اپنے نام رجسٹرڈ کروالو، اس نے ہامی تو بھر لی لیکن آج کل آج کل کرتے کئی ہفتے گزر گئے، رجسٹریشن نہیں کروائی۔ دوسری طرف ایک شخص نے جب اس صابن کی بڑھتی ہوئی ڈیمانڈ دیکھی تو اسی فارمولے اور نام سے صابن تیار کرکے مارکیٹ میں سپلائی کرنا شروع کر دیا۔ اس نے بڑی چالاکی سے اس پراڈکٹ کو اپنے نام رجسٹرڈ بھی کروالیا اور اصل مالک پر عدالت میں کیس بھی کر دیا کہ یہ ہماری پراڈکٹ جعلی طور پر تیار کرکے مارکیٹ میں بیچتا ہے، اصل شخص نے بڑا شور مچایا کہ یہ میری پراڈکٹ ہے، کیس

کرنے والے کو طرح طرح کی پیش کش بھی کی لیکن وہ ظالم نہیں مانا، نتیجتاً اصل مالک کو پراڈکٹ سے ہاتھ دھونے پڑے اور مالی نقصان الگ سے ہوا۔

سبق: اہم معاملات میں ٹال مٹول بالآخر نقصان کرواتی ہے۔ ”تھوڑی دیر بعد کرتا ہوں، آج نہیں کل کروں گا، ابھی نہیں بعد میں کروں گا، اتنی جلدی بھی کیا ہے بس کچھ ہی دنوں میں آپ کا کام ہو جائے گا“ اس طرح کے ٹالنے والے جملے آپ نے کئی مرتبہ سنے ہوں گے۔ اپنے ذہن میں ”آج نہیں کل سہی“ کی جگہ ”ابھی نہیں تو کبھی نہیں“ بٹھا لیجئے، ٹال مٹول کرنے کی روٹین میں تبدیلی آئے گی۔ اس خوش فہمی سے بچئے کہ مستقبل میں میرے پاس زیادہ وقت اور سہولت ہو گی اور میں اس کام کو زیادہ اچھے انداز میں کر سکوں گا کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ انسان کی مصروفیات بڑھتی اور صحت وطاقت گھٹتی ہے۔

حکایت نمبر 23: غلط فہمی (Misconception)

ٹیچر نے ایک بچّے سے بڑی نرمی سے پوچھا: مُنّے! اگر میں تمہیں ایک سیب (Apple) دوں، پھر ایک اور سیب دوں اور پھر ایک سیب اور دوں تو تمہارے پاس ٹوٹل کتنے سیب ہو جائیں گے؟ بچّے نے اپنی انگلیوں پر گِن کر جواب دیا: چار۔ اتنی وضاحت کے ساتھ پوچھے گئے سُوال کا غلط جواب سُن کر ٹیچر کا مُوڈ آف ہو گیا لیکن اس نے خود پر کنٹرول کرتے ہوئے کہا: بیٹا! میری بات غور سے سُنو اور شفقت کے ساتھ اپنا سوال دُہرا دیا (Repeat کیا)۔ بچّہ ٹیچر کی ناگواری دیکھ چکا تھا، اس لئے اس نے بڑی توجّہ کے ساتھ سیبوں کی تعداد کو گِنا اور پورے یقین کے ساتھ کہا: ٹیچر! میرے

پاس چار سیب ہو جائیں گے۔ یہ سُن کر ٹیچر سوچ میں پڑ گئی کہ یا تو وہ ناکام ٹیچر ہے جو بچّے کو اپنا سوال نہیں سمجھا سکی یا پھر بچّہ ذہنی طور پر بہت زیادہ کمزور ہے! بہر حال اس نے اپنا سُوال تبدیل کیا اور بچّے سے پوچھا کہ یہ بتاؤ اگر میں آپ کو ایک کیلا دوں، پھر ایک کیلا اور دوں، پھر ایک اور کیلا دوں تو آپ کے پاس کتنے کیلے ہو جائیں گے؟ بچّے نے ٹیچر کی ناراضی سے بچنے کے لئے دو مرتبہ انگلیوں پر کاؤنٹنگ کی اور بڑے جوش سے کہا: تین۔ ٹیچر کو اطمینان ہوا کہ میری محنت بے کار نہیں گئی بچّہ اب دُرُست جواب دینے لگا ہے۔ چنانچہ اس نے سیبوں والا سُوال دہرا دیا تو بچّے نے جو خوف سے باہَر آ چکا تھا، جواب دیا: ٹیچر! چار سیب۔ اب کی بار ٹیچر نے تھوڑا سخت لہجے میں کہا: مجھے یہ بتاؤ کہ یہ سیب چار کس طرح بن جاتے ہیں؟ بچّے نے سہم کر جواب دیا: ٹیچر! آج صبح میری امّی نے مجھے ایک سیب دیا تھا جو میرے بیگ میں رکھا ہے، اب اگر آپ مجھے تین سیب دیں گی تو سب ملا کر میرے پاس ٹوٹل چار سیب ہو جائیں گے۔

سبق: اِس اسٹوری میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ ہم کسی کو رُوٹین سے ہٹ کر کوئی کام کرتا دیکھیں تو اس کے بارے میں فوراً منفی رائے (Negative Opinion) قائم نہ کریں بلکہ غور کریں کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے! بلکہ اسی سے پوچھ لیں گے تو ہم غلط فہمی کا شکار ہونے سے بچ سکتے ہیں جیسا کہ مذکورہ اسٹوری میں ٹیچر نے کیا کہ بچّے سے تین سیبوں کے چار ہونے کی وجہ پوچھی تو معاملہ واضح ہو گیا۔

جتنے احتمالات ہم اپنی غلطی کو Justify کرنے کے لئے قائم کرتے ہیں اگر اس سے آدھے احتمالات بھی ہم دوسروں کی غلطی کو Justify کرنے لئے قائم کریں تو بہت ساری غلط فہمیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور تعلقات بگڑنے سے بچ سکتے ہیں۔

حکایت نمبر 24: دوہرا معیار (Double standard)

شفیق آفس سے گھر واپس آیا تو اپنی بیوی اُمِّ عاطف کو بتایا کہ امّی کا فون آیا تھا، وہ آج شام کو آرہی ہیں اور ایک ہفتہ یہیں ٹھہریں گی۔ یہ سُن کر بیوی کا مُوڈ خراب ہو گیا، کہنے لگی: آج کل ویسے ہی ہمارا ہاتھ تنگ ہے، میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی، گرمی کے موسم میں تین بچّوں سمیت گھر کے پانچ افراد کا ناشتہ اور کھانا بنانا، گھر کی صفائی ستھرائی کرنا تھکا کر رکھ دیتا ہے، ایسے میں امّی کی اچانک آمد! میں اکیلی کیا کیا کروں گی؟ شفیق یہ باتیں سُن کر کچھ نہیں بولا، بس تھوڑا سا مسکرا دیا۔ شام کو دروازے پر دستک ہوئی، زنانہ آواز سن کر اُمِّ عاطف نے دروازہ کھولا تو سامنے اس کی اپنی ماں یعنی شفیق کی ساس (Mother in law) کھڑی تھیں اور بیگ زمین پر رکھا ہوا تھا۔ اُمِّ عاطف کے منہ سے حیرت اور خوشی کے ملے جُلے جذبات میں نکلا: ”امّی! آپ؟“ اس کی امّی نے جواب دیا: ہاں! کیا شفیق بیٹے نے تمہیں میرے آنے کے بارے میں بتایا نہیں؟ ”ہاں! وہ! بتایا تو تھا“، اس کے منہ سے اِتنا ہی نکل سکا۔ اتنی دیر میں شفیق بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ شرمندگی کے مارے وہ اپنے شوہر سے نظریں نہیں مِلا سکی بس اتنا پوچھا: آپ نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ میری امّی آرہی ہیں؟ شفیق کہنے لگا: ماں تو ماں ہوتی ہے، تمہاری ہو یا میری! ہمیں دونوں کی خدمت خوش دِلی سے کرنی چاہئے۔ یہ سُن کر اُمِّ عاطف کے کانوں میں اپنی ہی باتیں گونجنے لگیں اور اس کی آنکھیں ندامت سے مزید جھک گئیں۔

سبق: یہ فرضی اسٹوری ہمیں بہت کچھ سمجھا رہی ہے، جس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہمیں اپنی زندگی میں دوہرے معیار (Double standard) سے گُریز کرنا

چاہئے کہ ایک شخص کے لئے ایک اُصول(Principle) اور دوسرے کے لئے کچھ اور! لیکن یہ کڑوی حقیقت(Bitter Truth) ہے کہ ہم اُصول پر چلنے والے کو پسند تو بہت کرتے ہیں لیکن جب اپنی باری آتی ہے تو ہمارے قدم لڑکھڑا جاتے ہیں۔ بہر حال اُصول سب کے لئے برابر ہونا ضروری ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ خریدنے اور بیچنے کا ترازو(Scale) ایک ہونا چاہئے۔

حکایت نمبر 25: امید(Hope)

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام ایک جگہ تشریف فرما تھے، قریب ہی ایک بوڑھا آدمی بیلچے سے زمین کھود رہا تھا۔ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اَللّٰھُمَّ انْزِعْ مِنْہُ الْاَمَل یعنی اے اللہ! اس کی امید ختم کردے! اس بوڑھے نے بیلچہ رکھا اور لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر گزری تو آپ نے پھر عرض کی: اَللّٰھُمَّ ارْدُدْ اِلَیْہِ الْاَمَل یعنی اے اللہ! اس کی امید لوٹا دے! وہ بوڑھا شخص اُٹھا اور کام میں مصروف ہو گیا۔ آپ علیہ السّلام نے اس سے پوچھا تو کہنے لگا: میں کام کر رہا تھا کہ دل میں خیال آیا کہ تم بوڑھے ہو چکے ہو، کب تک کام کرو گے؟ اس لئے میں نے بیلچہ ایک جانب رکھا اور لیٹ گیا، پھر میرے دل میں آئی: جب تک تم زندہ ہو گزر بسر بھی تو کرنی ہے! لہٰذا میں نے کھڑے ہو کر بیلچہ سنبھال لیا۔ (احیاء العلوم، 5/198)

سبق: ہماری زندگی میں امید کی وہی اہمیت ہے جو جسم میں خون کی ہے۔ اگر امید ختم ہو جائے تو لوگ اپنے کاروبار، تعلیم، محنت مزدوری، زراعت اور دیگر کام کاج

چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جائیں جس کے نتیجے میں نظامِ زندگی تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ شاید اسی لئے کہا جاتا ہے کہ امید پہ دنیا قائم ہے۔

حکایت نمبر 26: (خوش رہنے کی عادت بنائیں!)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ کے شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃُ اللہِ علیہ جب رات کے وقت کوئی مشکل فقہی مسئلہ حل کر لیتے تو خوشی کے مارے اُچھل پڑتے اور بلند آواز سے کہنے لگتے کہ کہاں ہیں بادشاہِ بغداد کے شہزادے "امین اور مامون"! کوئی ان سے پوچھے کہ کیا تمہیں بھی خوشی کی وہ کیفیت اور اس کی لذت نصیب ہوئی جو اس وقت میرے جسم اور روح کی توانائی بنی ہوئی ہے! (روحانی حکایات، ص29 ملخصاً)

سبق: پیارے اسلامی بھائیو! خوشی انسان کی زندگی کو بارونق اور پُر لطف بنا دیتی ہے، جس شخص سے خوشیاں واقعی روٹھ جائیں تو اسے اپنی زندگی بوجھ لگنے لگتی ہے اور وہ تصویرِ غم بن کر جینے کا حوصلہ کھو بیٹھتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان خوش رہنے کی کوشش کرے تاکہ وہ ڈپریشن (مایوسی) اور آئسولیشن (تنہائی) کا شکار نہ ہو۔

حکایت نمبر 27: (لوگ کسی حال میں خوش نہیں)

کسی شخص کے پاس ایک گدھا تھا۔ ایک دن وہ اسے بیچنے کے لئے چلا تو اس کا بیٹا بھی ساتھ ہو لیا۔ راستے میں ایک جگہ عورتیں کنویں سے پانی بھر رہی تھیں، باپ بیٹے کو گدھے کے ساتھ پیدل چلتا دیکھ کر آپس میں کہنے لگیں کہ یہ دونوں کتنے نادان (یعنی ناسمجھ) ہیں سواری پاس ہوتے ہوئے بھی پیدل جا رہے ہیں! یہ تبصرہ (Comment)

باپ نے سُن لیا اور بیٹے سے کہنے لگا: تم گدھے پر بیٹھ جاؤ میں پیدل چلتا ہوں۔ ابھی تھوڑی دُور ہی گئے ہوں گے کہ چند بڑی عمر کے لوگ ملے جو انہیں دیکھ کر کہنے لگے: دیکھو جی! کیا زمانہ آگیا ہے بوڑھا باپ پیدل چل رہا ہے اور بیٹا سواری کے مزے لے رہا ہے! یہ سُن کر بیٹا سواری سے نیچے اُتر آیا اور اصرار کر کے باپ کو سوار کرادیا، تھوڑا آگے چلے تو انہیں جوانوں کا ایک گروپ ملا جو انہیں دیکھ کر کہنے لگا: کتنا سنگدل باپ ہے خود سواری پر بیٹھا ہے اور بیٹے کو پیدل چلا رہا ہے! یہ سُن کر باپ نے بیٹے کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھالیا، ابھی انہوں نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ انہیں کچھ اور لوگ ملے جن میں سے ایک شخص نے تبصرہ کیا: میاں! مجھے نہیں لگتا کہ یہ گدھا تمہارا ہے! کیونکہ یہ مر مر کر (یعنی بہت مشکل سے) چل رہا ہے اور تم دونوں اس پر مزے سے چڑھے بیٹھے ہو!

حکایت نمبر 28: (خواہشات)

کہتے ہیں کسی سلطنت کا بادشاہ ایک روز شاہی دَورے کے لئے نکلا۔ واپسی پر محل کے قریب اُسے ایک فقیر نظر آیا جو ایک سائیڈ پر بے نیاز بیٹھا تھا۔ بادشاہ نے کہا: بابا! تمہیں جو چاہئے مجھے بتاؤ، میں دوں گا۔ یہ سُن کر فقیر کی ہنسی نکل گئی۔ بادشاہ نے کچھ سختی سے پوچھا: اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے! اپنی خواہش بتاؤ، میں تمہیں ابھی مالا مال کر دوں گا۔ فقیر نے کہا: بادشاہ سلامت! آفر تو آپ ایسے کر رہے ہیں جیسے میری ہر خواہش پوری کر سکتے ہوں؟ اب بادشاہ نے بَرہَمی سے کہا: بے شک! آخر میں بادشاہ ہوں۔ فقیر نے اپنی جھولی سے ایک کشکول نکالا اور کہا: اگر آپ کو اپنی دولت پر اتنا ہی

ناز ہے تو اِس پیالے کو بھر دیجئے۔ بادشاہ نے حیرت سے کشکول کو دیکھا، وہ سیاہ رنگ کا عام سا لکڑی کا خالی پیالہ تھا۔ اُس نے اِشارے سے ایک وزیر کو قریب بلایا اور حکم دیا: اس پیالے کو سونے کی اَشرفیوں سے بھر دو، یہ فقیر بھی کیا یاد کرے گا کہ کیسے سخی بادشاہ سے پالا پڑا تھا! وزیر نے حکم کی تعمیل میں کمر سے بندھی اشرفیوں کی تھیلی کھولی اور پیالے میں خالی کر دی۔ سونے کے سکے پیالے میں گرے اور فوراً غائب ہو گئے۔ وزیر نے حیرت سے پیالے میں جھانکا، پھر ایک اور تھیلی کھولی اور پیالے میں ڈال دی۔ اس بار بھی سکے غائب ہو گئے، بادشاہ کے اِشارے پر وزیر نے سپاہیوں کو بھیجا کہ محل میں رکھی اشرفیوں کی کچھ تھیلیاں لے آئیں۔ وہ تھیلیاں بھی ختم ہو گئیں مگر پیالہ ویسے کا ویسا خالی ہی رہا۔ یہ ماجرا دیکھ کر بادشاہ نے خزانے سے قیمتی موتیوں سے بھری ایک بوری منگوائی، وہ بھی خالی ہو گئی۔ اب کی بار بادشاہ کا چہرہ سرخ ہو گیا، اس کی عزت کا سوال تھا، اُس نے ضدی لہجے میں وزیر سے کہا: اور بوریاں منگوالو، جو کچھ بھی ہے اِس پیالے میں ڈال دو، اسے ہر حال میں بھرنا چاہئے۔ وزیر نے ایسا ہی کیا۔ دوپہر ہو گئی لیکن پیالہ بدستور خالی رہا کیونکہ جو چیز پیالے میں ڈالی جاتی وہ فوراً ہی غائب ہو جاتی اور پیالہ ویسے کا ویسا خالی رہتا۔ آخر شام ہونے کو آئی تو بادشاہ کے چہرے پر بے بسی جھلکنے لگی، اس نے آگے بڑھ کر فقیر کا ہاتھ تھام لیا، نظریں جھکا کر اس سے مُعافی مانگی اور کہنے لگا: اے مردِ درویش! اب تم ہی بتاؤ کہ اس پیالے میں ایسا کیا راز ہے جو یہ بھرتا ہی نہیں ؟ فقیر نے سنجیدگی سے جواب دیا: اس میں کوئی خاص راز کی بات نہیں ہے، دراصل یہ پیالہ انسانی خواہشات سے بنا ہے۔ انسان کی خواہشات کبھی پوری نہیں ہو سکتیں، جتنا چاہو ڈال دو، خواہشات اور تمناؤں کا پیالہ ہمیشہ خالی رہتا ہے ہمیشہ مزید

کی طلب میں رہتا ہے۔[3]

سبق: پیارے اسلامی بھائیوں! اس اسٹوری کے پیالے کی طرح ہماری خواہشات کا پیالہ بھی نہیں بھرتا۔ خواہشات (Wishes) پوری کرنے کے چکر میں ہم اپنی صحت، وقت اور دولت تک گنوا بیٹھتے ہیں لیکن ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو چار نئی خواہشات پیدا ہو چکی ہوتی ہیں۔ ہمارے نبی پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہمیں بتا چکے کہ دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ مال و دولت کی حِرص اور حُبِّ جاہ انسان کے دین کو نقصان پہنچاتے ہیں۔[4] ہمیں چاہئے کہ ہم سب سے پہلے اپنی خواہشات کا جائزہ لیں کہ وہ شرعی اعتبار سے جائز ہیں یا ناجائز؟ ناجائز خواہشات کو تو فوری طور پر چھوڑ دیں اور جائز خواہشات پوری کرنے میں بھی خیال رہے کہ اللہ و رسول کے کسی حکم کو توڑنا نہ پڑے، کسی بندے کی حق تلفی نہ ہو اور آخرت میں پریشانی کا سبب نہ بنے۔ اللہ پاک ہمیں اپنی رضا والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حکایت نمبر 29: (دور اندیشی)

ایک بادشاہ کی شکار گاہ میں کباب بنائے جا رہے تھے کہ نمک ختم ہو گیا۔ بادشاہ نے غلام کو قریبی گاؤں کی طرف نمک لینے بھیجا اور تاکید کی کہ قیمت دے کر لانا۔ غلام نے کہا: اتنا سا نمک مفت لینے سے کیا فرق پڑے گا! دُور اندیش بادشاہ نے سمجھایا: پہلے

---

(3) حرص، ص172

(4) ترمذی، 4/166، حدیث 2383

دنیا میں ظلم کی بنیاد چھوٹی سی تھی پھر جو کوئی آیا اس پر اضافہ کرتا گیا، اب نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ اگر بادشاہ رعایا کے باغ سے ایک سیب کھاتا ہے تو اس کے غلام جڑ سے درخت اُکھیڑ دیتے ہیں، اگر بادشاہ آدھے انڈے کے لئے ظلم جائز رکھتا ہے تو اس کے سپاہی ہزاروں سیخ پر مرغ کے کباب لگاتے ہیں۔[5]

سبق: دور اندیشی کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنالیں۔ کوئی اہم کام کرنے سے پہلے اس کے مثبت اور منفی نتائج کے بارے میں اچھی طرح سوچ لیں، اس کے فائدے اور نقصان کو اچھی طرح پرکھ لیں، پھر اگر اس کام میں فائدہ ہو تو کریں ورنہ چھوڑ دیں۔ جیسا کہ فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: کام تدبیر سے اِختیار کرو، پھر اگر اس کے اَنجام میں بھلائی دیکھو تو کر گزرو اور اگر گمراہی کا خوف کرو تو باز رہو۔[6]

حکایت نمبر 30: (نعمتوں کے چھن جانے سے پہلے ان کی قدر کیجئے!)

ایک بابا جی نے جنگل کنارے چھوٹی سی رہائش گاہ بنا رکھی تھی، لوگ اپنی اُلجھنیں لے کر بابا جی کے پاس پہنچتے اور وہ انہیں عقل و دانائی کی روشنی میں مشورے دیتے اور ان کے مسائل کا حل بتاتے۔ قریبی علاقے کا ایک زمیندار (land lord) بھی ان کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: بابا جی! زندگی ویران سی ہے، خوشی کو ترس گیا ہوں، کیا کروں؟ بابا جی

(5) گلستانِ سعدی، ص35 ماخوذاً
(6) شرح السنۃ للبغوی، 6/545، حدیث: 3494

www.dawateislami.net

نے پوچھا: تمہارے باپ دادا نے تمہارے لئے کچھ تو چھوڑا ہو گا! زمیندار کہنے لگا: جی! میرے دادا نے اپنی جمع پونجی سے کچھ سونا (Gold) خریدا اور میرے باپ کے لئے چھوڑ گیا، پھر میرے باپ نے جو تھوڑا بہت مال بچایا اس سے مزید سونا خرید کر پہلے سونے میں شامل کیا اور میرے لئے چھوڑ کر دنیا سے چلا گیا۔ باباجی نے وہ سونا دیکھنے کی فرمائش کی تو زمیندار نے اپنی پگڑی کھولی اور اس کی اندرونی تہہ میں سے سونا نکال کر باباجی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ باباجی نے مٹھی بند کی اور جنگل کی طرف دوڑ لگا دی، زمیندار کے ہوش اُڑ گئے کہ یہی سونا بچا تھا وہ بھی باباجی لے اُڑے، اس نے بھی باباجی کے پیچھے دوڑنا شروع کیا۔ باباجی جنگلی راستوں سے واقف اور زمیندار نے کبھی میدان میں بھی دوڑ نہیں لگائی تھی، اس لئے باباجی کہاں زمیندار کے قابو آنے والے تھے! وہ اسے یہاں سے وہاں دوڑاتے رہے، یہاں تک کہ دوپہر سے شام ہو گئی، ایک جگہ جا کر باباجی کھڑے ہو گئے اب زمیندار جوش کے ساتھ آگے بڑھا کہ میں نے باباجی کو پکڑ لیا، جیسے ہی وہ باباجی کے قریب پہنچا، باباجی پھرتی کے ساتھ درخت پر چڑھ گئے، زمیندار کا جسم بھاری تھا اور وہ بہت تھک بھی چکا تھا لہٰذا درخت پر نہ چڑھ سکا اور نیچے کھڑے ہو کر باباجی کی منتیں کرنے لگا کہ میرا سونا واپس کر دیں میں نے برسوں سے سنبھال کر رکھا تھا، آئندہ کبھی ادھر کا رُخ نہیں کروں گا، زمیندار مسلسل منت سماجت کرتا رہا مگر بے نتیجہ! جب اندھیرا چھانے لگا تو باباجی نے آواز دی کہ میری چند شرطیں ہیں، زمیندار فوراً پکار اٹھا: مجھے آپ کی ساری شرطیں منظور ہیں بس میرا سونا واپس کر دیں۔ باباجی نے پہلے اس سے زمین پر ناک سے لکیریں کھنچوائیں، اُلٹی دوڑ لگوائی، کچھ دیر ایک ٹانگ

پر کھڑے رکھا، اسی طرح کی بے سروپا شرطوں پر عمل کروانے کے بعد باباجی درخت سے نیچے اُترے اور سونا اس کے حوالے کر دیا۔ سونے کو دوبارہ اپنے پاس دیکھ کر زمیندار کا چہرہ کِھل اٹھا، باباجی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور پوچھا: **اب خوش ہو؟** زمیندار نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ باباجی کہنے لگے: دراصل میں تمہیں خوش ہونے کا ایک طریقہ بتانا چاہتا تھا کہ

(سبق:) ہم نہ ملنے والی چیزوں کا رونا روتے رہتے ہیں اور دکھی ہوتے رہتے ہیں لیکن اپنے پاس موجود قیمتی چیزوں کی قدر نہیں کرتے پھر جب وہ چیز چھن جاتی ہے تو اس کی قدر محسوس ہوتی ہے اور ہم اسے پانے کے لئے کسی کی احمقانہ شرطیں ماننے پر بھی تیار ہو جاتے اور وہ چیز واپس ملنے پر ہماری خوشی دیکھنے والی ہوتی ہے۔[i]

حکایت نمبر: 31 (یکسوئی / فوکس)

حضرت ابو بکر شبلی رحمۃُ اللہِ علیہ حضرت ابو الحسین نوری رحمۃُ اللہِ علیہ کے پاس آئے تو انہیں بڑی دل جمعی (کامل توجہ، یکسوئی) اور خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھا پایا کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ حرکت نہیں کر رہا تھا۔ حضرت ابو بکر شبلی رحمۃُ اللہِ علیہ نے پوچھا: آپ نے ایسا سُکوت اور مُراقبہ (گردن جُھکا کر مکمل توجہ سے غور و فکر کرنا۔ Meditation) کہاں سے سیکھا؟ فرمایا: ہمارے پاس ایک بلی تھی اس سے سیکھا ہے، جب وہ شکار کا ارادہ کرتی تو چوہے کے بِل کے پاس اس طرح گھات (Ambush) لگا کر بیٹھتی کہ اس کا ایک بال بھی حرکت نہ کرتا۔ (احیاء العلوم، 5/131)

﴿سبق﴾ اس واقعے سے ایک بات تو یہ پتا چلی کہ انسان سیکھنا چاہے تو جانوروں اور پرندوں سے بھی سیکھ سکتا ہے جیسے شیر سے بہادری، چیتے سے پُھرتی، اونٹ سے استقامت و برداشت، کتے سے وفاداری، مُرغی سے توکل وغیرہ۔

اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی بھی مقصد میں اچھی کامیابی کے لئے یکسوئی، دل جمعی اور بھرپور توجہ کا ہونا بہت ضروری ہے چاہے وہ مقصد دنیاوی ہو یا اُخروی!

حکایت نمبر:32(خوش فہمیاں مت پالئے)

بیل گاڑی گاؤں دیہات کی سواری ہے جو چھوٹا موٹا سامان یہاں سے وہاں لے جانے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ اس میں ایک یا دو بیل تو ہوتے ہی ہیں لیکن ساتھ میں ایک درمیانے سائز کا کتا بھی ہوتا ہے جو بیل گاڑی کے نیچے نیچے بھاگتا ہے۔ اس کی ڈیوٹی یہ ہوتی ہے کہ جہاں بیل گاڑی کھڑی کر دی جائے وہاں سامان اور بیلوں کی حفاظت کرے۔ بیل گاڑی کے نیچے دوڑنے بھاگنے والے اسی قسم کے ایک کتے کو خوش فہمی ہوگئی کہ بیل گاڑی تو میں چلاتا ہوں، اس کا سارا بوجھ میں اٹھاتا ہوں لیکن کسان جہاں رُکتا ہے وہاں پہلے بیلوں کو چارا کھلاتا ہے، پھر خود کھانا کھاتا ہے اور آخر میں مجھے دیتا ہے، اسے میری اہمیت کا احساس ہی نہیں، یہ سوچ سوچ کر وہ غم زدہ رہنے لگا، ایک دن اس نے کسان پر اپنی اہمیت جتانے کا پلان بنایا کہ جب وہ تپتی دھوپ میں بیل گاڑی میں کہیں جارہا ہو گا تو میں بیل گاڑی چلانے سے انکار کر دوں گا، تب وہ میری مِنّت سماجت کرے گا، تب اسے پتا چلے گا کہ میں کتنا اہم ہوں! اگلے ہی دن جب کسان

کو دوسرے گاؤں جانا تھا، آدھے راستے میں کتے نے بیل گاڑی کے نیچے دوڑنے کے بجائے آنکھیں بند کیں اور بیٹھ گیا، اب اسے کسان کی منت سماجت کا انتظار تھا لیکن تھوڑی ہی دیر گزری تھی اسے دھوپ کی تپش اور شدید گرمی محسوس ہوئی، آنکھیں کھول کر دیکھا تو بیل گاڑی چلتی ہوئی دور جاچکی تھی، اب اسے احساس ہوا: ”میں اہم تھا یہی وہم تھا۔“

﴿**سبق**﴾ خوش فہمی میں خوش رہنے والے کئی قسم کے نقصانات اٹھاتے ہیں مثلاً وہ اپنی صلاحیتوں میں بہتری نہیں لاسکتے، عاجزی کرکے ثواب نہیں کماسکتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں ہم سے بہتر کوئی نہیں، یہ خوش فہمی عُجب (خوبی کو اپنا کمال سمجھنا)، حُبِ جاہ (عزت وشہرت کی محبت) اور تکبر (خود کو اعلیٰ دوسرے کو حقیر جاننا) جیسی باطنی بیماریوں میں مبتلا کرسکتی ہے۔

اپنی اہمیت کے بارے میں خوش فہمی کا شکار ہوکر بڑے بڑے دعوے کرنے والوں کو سوچنا چاہئے کہ یوں تو فرش کی ہر ٹائل کہے گی کہ میں ہی فرش ہوں حالانکہ اسے نکال کر دوسری ٹائل لگادی جائے تو فرش کو کوئی فرق نہیں پڑتا، اسی طرح دریا کی ہر موج کہے گی میں ہی دریا ہوں حالانکہ ”موج ہے دریا میں بیرونِ دریا کچھ نہیں۔“

یاد رکھئے! ہم سب ایک سسٹم کے تحت اپنے اپنے حصے کا کام کرتے ہیں اس لئے ہم جُز (Part) ہیں کُل نہیں! اگر ہم کام نہیں کریں گے تو کوئی اور کرلے گا، دنیا میں کیسے کیسے اہم لوگ آئے اور چلے گئے لیکن دنیا کے کام نہیں رُکے ان کی جگہ کسی اور نے سنبھال لی، ایک دن ہم بھی مر جائیں گے لیکن کام چلتا رہے گا۔ اس لئے ربِّ کریم ہم

سے جتنا کام لے لے یہ اس کا کرم ہے ہمارا اس میں کوئی کمال نہیں ہے۔ خوش فہمی سے جان چھڑانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اپنے ہی شعبے کے کسی اہم فرد سے اپنا تقابل کر کے دیکھیں، آپ کو اپنی حیثیت کا اندازہ ہو جائے گا کیونکہ اونٹ جب تک پہاڑ کے نیچے نہیں آتا وہ اپنے آپ کو سب سے اونچا سمجھتا ہے۔

حکایت نمبر:33 (غلطی کا ازالہ کریں)

حضرت حسن بن زِیاد رحمۃُ اللہِ علیہ سے کسی شخص نے سُوال کیا، آپ رحمۃُ اللہِ علیہ نے اس کو جواب دیا لیکن اس میں تسامُح ہو گیا (یعنی غلطی ہو گئی) اُس شخص کو جانتے نہیں تھے لہٰذا اس غَلَطی کی تلافی (اِزالے) کے لئے آپ رحمۃُ اللہِ علیہ نے ایک شخص کو بطورِ اَجیر (یعنی اُجرت پر) لیا جو یہ اعلان کرتا تھا کہ: جس نے فُلاں دن، فُلاں مسئلہ پوچھا تھا اس کے دُرُست جواب کے لئے حضرت سیِّدُنا حسن بن زِیاد رحمۃُ اللہِ علیہ کی طرف رُجوع کرے۔ حضرت سیِّدُنا حسن بن زِیاد رحمۃُ اللہِ علیہ نے کئی روز تک فتویٰ نہیں دیا یہاں تک کہ وہ (مطلوبہ) شخص آپ رحمۃُ اللہِ علیہ کی خدمتِ بابَرَکت میں حاضِر ہوا اور آپ رحمۃُ اللہِ علیہ نے اُس کو دُرُست مسئلہ بتایا۔

﴿سبق﴾ پیارے اسلامی بھائیوں ہم لوگ غلطیوں سے پاک، خطاؤں سے معصوم نہیں، کبھی نہ کبھی غلطیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن اہم ہے غلطی کے بعد کا طرزِ عمل! غلطی ہو جانے کے بعد ہمیں چاہئے کہ اسے بلاچوں چراں تسلیم کریں اور اس کے ازالے کے لئے جو بن پڑے کر گزریں۔

حکایت نمبر:34(بے تکلفی)

اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ جبل پور(ہند) میں ایک تاجر حاجی اکبر خان کے یہاں دعوت میں گئے تو قورمہ پسند آیا، اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ نے میزبان سے پوچھا:"خان صاحب! یہ قورمہ میں پی سکتا ہوں؟" خان صاحب نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی: حضور! اجازت کی کیا حاجت ہے اور حاضر کر دوں گا۔ فرمایا: شوربہ تَرکاری، روٹی چاول کے ساتھ کھانے کے لئے دستر خوان پر رکھا جاتا ہے پینے کیلئے نہیں، (مہمان کا اس کو) پینا صاحبِ خانہ (میزبان) کا مقصد نہیں ہوتا اس لئے اجازت کی ضرورت ہے۔

(اکرام امام احمد رضا، ص96، 97ملخصاً)

﴿سبق﴾ پیارے اسلامی بھائیو! کسی کے گھر بطور مہمان جائیں تو ایسی بے تکلفی سے پرہیز کریں جو میزبان کی تکلیف کا باعث بن سکتی ہو، شریعت پر انتہائی محتاط انداز میں عمل کریں کہ کہیں ریڈ لائن پر پاؤں نہ آجائے اور مَعاذَ اللہ شریعت کی خلاف ورزی ہو جائے۔

اور اپنا احتساب کرتے رہیں کہ کہیں ہم بے توجہی میں اس طرح کی بے تکلفیاں تو نہیں کرتے رہتے کہ جن سے دوسرے آزمائش میں آجاتے ہوں!

حکایت نمبر:35(Positivity)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ نے اپنی اَہلیہ کو سونے کے کنگن بنوا کر دیئے، کسی چُغل خور نے امامِ اہلِ سنّت رحمۃُ اللہِ علیہ سے

شکایتاً اس بات کا ذکر کیا، تو آپ رحمۃُ اللہِ علیہ نے اس "چغل خور محبتوں کے چور" کا وار ناکام کرتے ہوئے فرمایا: اگر ننّھے میاں (مولانا محمد رضا خان) نے یہ کَپڑے اپنے مال سے بنوائے ہیں تو مجھے خوشی ہے کہ اللہ کریم نے ان کو اتنا مال عطا فرمایا اور اگر میرے مال سے بنوائے ہیں تو مجھے خوشی ہے کہ ننھے میاں نے میرے مال کو اپنا مال سمجھا۔

(امام احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری، ص37 ملخصاً)

﴿سبق﴾ محترم اسلامی بھائیو! رشتوں کے سنبھالنے والے بنیں! بڑے ظرف اور مثبت سوچ کا مظاہرہ کریں! لگائی بجھائی کرنے والوں کو نظر انداز کریں الغرض چیزوں کو Positivity کے ساتھ ڈیل کریں، ان شاء اللہ اس طرزِ عمل کے ساتھ ہم ایک اچھا خاندان اور ایک اچھا معاشرہ بن سکیں گے۔

حکایت نمبر:36 (احسان کا بدلہ احسان)

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ مدینے شریف میں ایک گھر کے پاس سے گزرے اور پانی مانگا، مالک مکان نے پانی پلا دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب اس گھر سے گزر ہوا تو ایک شخص اس گھر کی بولی لگا رہا تھا، آپ نے اپنے غلام سے کہا: پوچھو یہ گھر کیوں فروخت کیا جا رہا ہے؟ غلام نے آکر بتایا کہ مالک مکان پر قرضہ ہے۔ آپ مالک مکان کے پاس آئے تو دیکھا کہ قرض خواہ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تم مکان کیوں بیچ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ اس کا میرے اوپر چار ہزار دینار قرضہ ہے، بہر حال آپ اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور غلام کو گھر بھیجا تو وہ گھر سے دیناروں سے

بھری ایک تھیلی لے آیا۔ آپ نے چار ہزار دینار قرض خواہ کو اور باقی مالک مکان کو دے دیئے اور سوار ہو کر وہاں سے چل دیئے۔

﴿سبق﴾ لوگوں کے ساتھ ہمیشہ احسان و بھلائی والا سلوک کریں، شکریہ ادا کرنے ہمارے دینی اقدار ہیں جیسا کہ آپ نے اس حکایت میں ملاحظہ فرمایا کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے کس طرح پانی پلانے کا شکریہ ادا کیا۔۔۔لہذا آپ کے ساتھ جو احسان کرتے ہیں انہیں بالخصوص یاد رکھیں اور احسان فراموشی جیسی بری صفت سے ہمیشہ خود کو الگ رکھیں۔

تو جلدی کیجئے اور آج ہی

ہر ماہ 40 سے زائد علمی، دینی، دنیاوی، معاشرتی، اخلاقی اور اصلاحی موضوعات پر مشتمل اور سات زبانوں (اردو، انگلش، عربی، ہندی، سندھی، گجراتی اور بنگالی) میں شائع ہونے والے تحقیقی میگزین "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کی سالانہ بکنگ کروالیجئے۔

"ماہنامہ فیضانِ مدینہ" ہر مہینے گھر پر حاصل کرنے کے لئے آج ہی اس نمبر پر واٹس ایپ یا کال کیجئے۔

+92313-1139278



